تعلیم

مجھے لگتا ہے ہم نے شاید ہی کبھی اپنے آپ سے یہ پوچھا ہو کہ تعلیم کا مطلب کیا ہے۔ ہم اسکول کیوں جاتے ہیں؟ مختلف موضوعات کیوں پڑھتے ہیں؟ امتحانات میں کامیابی کیوں حاصل کرتے ہیں؟ اور بلند مقام حاصل کرنے کے لیے دوسروں سے مقابلہ کیوں کرتے ہیں؟ آخر کیا مطلب ہے اس مبینہ تعلیم کا؟ یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ حقیقتاً انتہائی اہم سوال ہے۔ صرف طالب علموں کے لیے نہیں بلکہ والدین کے لیے بھی اور اساتذہ کے لیے بھی اور ان تمام لوگوں کے لیے بھی جو اس خوب صورت دنیا سے محبت کرتے ہیں۔ تعلیم یافتہ ہونے کے لیے ہم مقابلہ کیوں کرتے ہیں؟ ہم کچھ امتحانات پاس کرلیں، کسی کاروبار میں لگ جائیں، کیا تعلیم کا بس یہی مقصد ہے؟ یا تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہمیں بچپن ہی میں زندگی کے تمام لائحہ عمل کو سمجھنے میں مدد کرے۔ کسی کام دھندے میں مصروف ہو جانا اور اپنی روزی روٹی کمانا ضروری ہے لیکن کیا یہی سب کچھ ہے۔ کیا ہم صرف اسی لیے تعلیم حاصل کرتے ہیں؟ اس میں شک نہیں کہ کاروبار یا کسی صنعت سے متعلق ہو جانا ہی زندگی نہیں ہے۔ زندگی بہت عجیب ہے۔ یہ حدود سے ماورا اور بہت گہری ہے۔ یہ اپنے اندر متعدد اسرار کو پوشیدہ رکھے ہوے ہے۔ یہ ایک وسیع و عریض میدان ہے جہاں ہم انسان

سرگرم عمل رہتے ہیں اور اگر ہم اپنے آپ کو صرف ذریعہ معاش کے حصول کے لیے تیار کرتے ہیں تو ہماری زندگی کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔ صرف کچھ امتحانات پاس کرلینے سے اور ریاضی، علم کیمیا یا کسی دیگر موضوع میں مہارت حاصل کرلینے کے مقابلے زندگی کو سمجھنا کہیں زیادہ اہم ہے۔

اس لیے خواہ ہم استاد ہوں یا طالب علم، کیا ہمیں اپنے آپ سے یہ پوچھنا ضروری نہیں ہے کہ ہم کیوں تعلیم دے یا حاصل کر رہے ہیں؟ اور یہ کہ دراصل زندگی کے معانی کیا ہیں؟ زندگی کتنی غیر معمولی ہے۔ یہ پرندے، یہ پھول، یہ بڑے بڑے درخت، یہ آسمان، یہ ستارے، یہ ندیاں اور ان میں تیرتی مچھلیاں، یہ سب زندگی ہیں۔ زندگی غریب بھی ہے اور امیر بھی۔ زندگی فرقوں، ذاتوں اور ملکوں کی متواتر کاوش ہے۔ زندگی دھیان ہے، زندگی دھرم بھی ہے۔ زندگی گنجلک ہے، زندگی انسان کے اندر کے جذبات سے بھی متعلق ہے جیسے حسد، خواہشات، جنسیات، خوف، کامیابیاں، فکرمندیاں۔ صرف اتنا ہی نہیں، زندگی ان سے بھی زیادہ عظیم ہے۔ لیکن بیشتر ہم اپنے آپ کو زندگی کے صرف ایک چھوٹے سے گوشے کو سمجھنے کے لیے ہی تیار کرتے ہیں۔ ہم کچھ امتحانات پاس کرلیتے ہیں، کوئی کاروبار تلاش کرلیتے ہیں، ہم شادی کرلیتے ہیں، بچے پیدا کرلیتے ہیں اور اس طرح زیادہ سے زیادہ مشینی بنتے جاتے ہیں۔ ہم ہمیشہ زندگی سے بے چین، فکرمند اور خوف زدہ رہتے ہیں۔ اس لیے تعلیم کا کام کیا زندگی کی مکمل سرگرمیوں کو سمجھنے میں ہماری مدد کرنا نہیں ہے؟ کیا اس کا مقصد صرف ہمیں کاروبار یا بلند مرتبہ ملازمت کا اہل بنانا ہے؟

کیا ہوگا اس وقت جب ہم سب کے ساتھ بڑے ہو جائیں گے، عورت یا مرد بن جائیں گے؟ کیا آپ نے کبھی سوچا بھی ہے کہ آپ بڑے ہو کر کیا کرنے والے ہیں؟ زیادہ امکان تو یہی ہے کہ آپ بڑے ہونے پر شادی کرلیں گے اور اس سے پہلے کہ آپ یہ جان

سکیں کہ آپ کہاں ہیں، آپ ماں یا باپ بن چکے ہوں گے۔اس کے بعد آپ کسی کاروبار سے باورچی خانے سے بندھ جائیں گے اور وہیں آپ کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔کیا آپ کی زندگی اسی طرح کی ہونے والی ہے؟ کیا آپ نے کبھی خود سے یہ پوچھا ہے؟ کیا آپ کو یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیے؟ مان لیتے ہیں کہ آپ ایک متمول خاندان سے ہیں، آپ کا مستقبل اور آپ کی عزت پہلے ہی سے محفوظ ہے۔آپ کے والد آپ کو کوئی آرام دہ کام دے دیں گے، آپ بڑی شان سے شادی کرلیں گے لیکن پھر بھی تو آپ کمزور ہوں گے، تباہ ہوں گے۔کیا آپ اس بات کو دیکھ پا رہے ہیں؟

یقینی طور پر یہ ساری تعلیم بیکار ثابت ہوگی اگر وہ اس عظیم اور متنوع زندگی کو، اس کے تمام اسرار کو، اس کے حیرت انگیز حسن و جمال کو، اس کے غموں اور خوشیوں کو سمجھنے میں آپ کی مدد نہ کرے۔بھلے ہی آپ ڈھیروں اسناد حاصل کرلیں اور اپنے نام کے آگے ان کی قطار لگالیں، چاہے بہت بڑا کاروبار حاصل کرلیں لیکن یہ سب کچھ پالینے کے بعد کیا ہوگا؟ اگر آپ کا من ہی اسے پانے کے عمل میں زنگ آلود، متفکر اور بیمار بن جائے تو پھر کیا فائدہ ہوگا ان سب کو پانے کا؟ اس لیے آپ کو بڑے ہو کر نہیں بلکہ ابھی سے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ یہ زندگی کیا ہے، اور تعلیم کا کیا یہ کام نہیں ہے کہ وہ آپ میں اس کی سمجھ، اس کا ادراک، اس ذکاوت کے پنپنے میں مدد کرے جس سے آپ ان تمام مسائل کا حل تلاش کرسکیں؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ ذکاوت آخر ہے کیا؟ بے شک ذکاوت وہ صلاحیت ہے جس سے آپ آزادی کے ساتھ بغیر کسی خوف اور اصول وضوابط کی گرفت میں آئے بغیر سوچ سکتے ہیں تاکہ آپ اپنے لیے سچ کی، حق کی تلاش کرسکیں۔اگر آپ خوف زدہ ہیں تو پھر کبھی ذکی نہیں ہوسکیں گے۔کسی بھی طرح کی خواہشات، خواہ وہ روحانی ہو یا دنیاوی، فکر اور خوف کو جنم دیتی ہے؛ اس لیے یہ ایسے من کی تعمیر میں معاون نہیں ہوسکتی جو واضح ہو، سادہ ہو، سیدھا ہو یعنی بہ

الفاظ دیگر ذکاوت سے لبریز ہو۔

آپ کو معلوم ہے، بچپن سے ہی آپ کا ایک ایسے ماحول میں رہنا نہایت ضروری ہے جہاں خوف نہ ہو۔ہم میں سے بیشتر لوگ جیسے جیسے بڑے ہوتے جاتے ہیں ویسے ویسے زیادہ خوف زدہ ہوتے چلے جاتے ہیں؛ ہم زندگی سے خوف زدہ رہتے ہیں، ملازمت کے چلے جانے سے، روایات سے اور اس بات سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ پڑوسی ، بیوی یا شوہر کیا کہیں گے، ہم موت سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ہم میں سے بیشتر کسی نہ کسی شکل میں خوف زدہ ہیں اور جہاں خوف ہے وہاں ذکاوت نہیں ہے۔کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم بچپن سے ہی ایک ایسے ماحول میں رہیں جہاں خوف نہ ہو، جہاں آزادی ہو، صرف من چاہے کام کرنے کی آزادی نہیں بلکہ ایک ایسی آزادی جہاں آپ زندگی کے مکمل عمل کو سمجھ سکیں؟ زندگی سچ مچ بہت خوب صورت ہے، زندگی کو جتنا بدہیئت ہم نے بنا دیا ہے وہ دراصل زندگی ہے ہی نہیں۔زندگی کی عظمت کو، اس کے عمق کو، اس کے حیرت ناک حسن کو تو آپ اسی وقت محسوس کرسکیں گے جب آپ ہر چیز کے خلاف بغاوت کریں گے۔ دھرم کے خلاف، روایت کے خلاف اور اس سڑے گلے معاشرے کے خلاف، تاکہ آپ ایک انسان کے ناطے اپنے لیے خود حق کی تلاش کرسکیں۔نقل کرنا، تقلید کرنا تعلیم نہیں ہے۔تعلیم تو نام ہے تلاش کا۔کیا ایسا نہیں ہے؟ آپ کے والدین، آپ کے اساتذہ اور آپ کے معاشرے نے جو کچھ کہا ہے اسے مان لینا بڑا آسان ہے۔یہ زندہ رہنے کا محفوظ اور آسان راستہ ہے لیکن یہ زندگی نہیں ہے کیونکہ اس میں خوف و ہراس ہے، موت ہے۔زندگی کا مطلب ہے اپنے لیے حق کی تلاش اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب آزادی ہو، جب آپ کے اندر مسلسل انقلاب کی آگ روشن ہو۔

لیکن اس کے لیے کوئی آپ کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔کوئی بھی آپ کو یہ نہیں

کہتا کہ آپ سوال کریں، خود تلاش کر کے دیکھیں کہ خدا کیا ہے۔ اگر آپ اس طرح بغاوت کریں گے تو آپ سماج کے لیے خطرہ بن جائیں گے۔ آپ کے والدین اور آپ کا سماج چاہتا ہے کہ آپ محفوظ رہیں اور آپ خود بھی یہی چاہتے ہیں۔ عام طور پر حفاظت میں جینے کا مطلب ہے دوسروں کی نقل کرنا یعنی خوف میں زندہ رہنا۔ لیکن تعلیم کا حقیقی کام یہ ہے کہ وہ ہم میں سے ہر ایک کی آزادی اور بے خوفی سے جینے میں معاونت کرے۔ آپ کو اور آپ کے اساتذہ کو اس قسم کے آزاد ماحول کی تعمیر کے لیے سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ ایسے ماحول کی تعمیر کرنا جس میں خوف کی کوئی آمیزش نہ ہو؟ کتنا غیر معمولی ہوگا یہ۔ اور ہمیں یہ کرنا ہی ہوگا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ساری کی ساری دنیا ہی نہ ختم ہونے والی جنگوں سے جکڑی ہوئی ہے۔ اور اس کی رہنمائی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو مسلسل اقتدار کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یہ دنیا وکیلوں، سپاہیوں اور فوجیوں کی دنیا ہے۔ یہ تشنہ خواہشات سے لبریز ان عورتوں اور مردوں کی دنیا ہے جو حصول عزت کے لیے دوڑے چلے جا رہے ہیں اور اسے پانے کے لیے ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ دوسری جانب اپنے اپنے مقلدین کے ساتھ مبینہ سنیاسی اور مذہبی رہنما ہیں جو اس دنیا میں یا دوسری دنیا میں قوت اور عزت کی خواہش کر رہے ہیں۔ یہ ساری دنیا ہی دیوانی ہے۔ پورے طور پر گمراہ۔ یہاں ایک جانب کمیونسٹ سرمایہ دار سے لڑ رہا ہے تو دوسری جانب سماج وادی دونوں کی مخالفت کر رہا ہے۔ یہاں ہر شخص کسی نہ کسی کے خلاف کھڑا ہے اور کسی محفوظ مقام تک پہنچنے کے لیے، عزت، وقار، قوت اور آرام و آسائش کے لیے متواتر کوشش کر رہا ہے۔ یہ ساری دنیا ہی باہم مخالف عقاید، مختلف طبقات، ذاتوں تقسیم کرنے والے قومیتوں اور ہر طرح کی احمقانہ اور ظالمانہ رویوں میں تہس نہس ہوتی جا رہی ہے۔ اور یہی وہ دنیا ہے جس میں رہ سکنے کے لیے آپ کو تعلیم دی جا رہی ہے۔ آپ کی

مشکلوں کی گرفت میں پھنسے اس سماج کے ڈھانچے کے مطابق بننے کے لیے حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ آپ کے والدین آپ سے یہی چاہتے ہیں اور آپ خود بھی اسی میں رہنا چاہتے ہیں۔ تو پھر تعلیم کا مطلب کیا ہے؟ کیا وہ اس سڑے گلے سماج کے ڈھانچے کے مطابق بننے میں آپ کی معاونت کرے یا آپ کو آزادی دے، مکمل آزادی، تاکہ آپ ایک مختلف معاشرے کی، ایک نئی دنیا کی تعمیر کر سکیں؟ ہمیں ایسی ہی آزادی کی ضرورت ہے۔ مستقبل بعید میں نہیں، ابھی اسی لمحے، ورنہ ہم سب تباہ ہو جائیں گے۔ ہمیں بغیر کسی تاخیر کے ایک آزادی سے لبریز ماحول تیار کرنا ہوگا۔ تاکہ آپ اس میں رہ کر خود ہی تلاش حق کر سکیں، ذکی بن سکیں، آپ دنیا کا سامنا کرنے اور اسے سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، اس کی نقل کرنے میں نہ الجھ جائیں؛ تاکہ آپ اپنے اندر مسلسل ایک گہری نفسیاتی بغاوت کی حالت میں رہ سکیں۔ کیونکہ حق کی تلاش تو صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو مسلسل اس بغاوت کی حالت میں رہتے ہیں، وہ نہیں جو روایات کو قبول کرتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ حق، خدا یا محبت کو اسی وقت پا سکتے ہیں جب آپ لگاتار تلاش کرتے ہیں، مسلسل جائزہ لیتے رہتے ہیں اور بغیر کسی رکاوٹ کے سیکھتے رہیں۔ لیکن اگر آپ خوف زدہ ہیں تو آپ نہ تو تلاش کرنے کے اہل ہو سکتے ہیں نہ جائزہ لے سکتے ہیں، نہ مشاہدہ کر سکتے ہیں، نہ سیکھ سکتے ہیں اور نہ گہرائی سے بیدار ہو سکتے ہیں۔ اس لیے غیر متنازعہ طور سے تعلیم کا کام یہ ہے کہ وہ داخلی اور خارجی حیثیت سے اس خوف کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے جو انسان کے خیالات کو، اس کے تعلقات کو اور اس کی محبتوں کو برباد کر دیتا ہے۔

سوالی: اگر سارے لوگ بغاوت کریں گے تو کیا اس دنیا میں چاروں طرح طوائف الملوکی نہیں پھیل جائے گی؟

کرشن مورتی: سب سے پہلے آپ سوال کو اچھی طرح سن لیں، کیونکہ اس سے

قبل کہ آپ جواب کا انتظار کریں، یہ سمجھ لینا نہایت ضروری ہے کہ سوال کیا ہے۔ پوچھا گیا ہے کہ اگر سب لوگ بغاوت کریں گے تو کیا دنیا میں طوائف الملوکی نہیں پھیل جائے گی؟ لیکن کیا ہمارا موجودہ معاشرہ اتنا منظم ہے کہ یہ ہر شخص کی بغاوت سے بدنظمی کا شکار ہو جائے گا؟ کیا ابھی طوائف الملوکی نہیں ہے؟ کیا ہر چیز خوب صورت اور صاف شفاف ہے؟ کیا ہر شخص مسرور ہے اور اطمینان سے اور کلیت کے ساتھ جی پا رہا ہے؟ کیا فرد فرد کے درمیان تضادات نہیں ہیں؟ کیا چاروں طرف خواہشات کا جال اور مقابلہ آرائی کا جذبہ نہیں ہے؟ اس لیے سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا میں پہلے ہی سے طوائف الملوکی موجود ہے۔ آپ کہیں اسے خوش انتظامی نہ سمجھ بیٹھیں۔ کہیں کچھ الفاظ کی دلکشی آپ کو اپنی گرفت میں نہ لے لے۔ خواہ ہندوستان ہو، یورپ ہو، خواہ امریکہ ہو، خواہ روس، ساری دنیا ہی تباہی کی جانب گامزن ہے۔ اگر آپ اس تباہی کو دیکھ پا رہے ہیں تو یہ آپ کے لیے ایک چیلنج ہے۔ چیلنج ہے کہ آپ اس انتہائی اہم مسئلے کا حل تلاش کریں۔ اگر آپ اس مسئلے کا حل ایک ہندو، ایک بودھ یا ایک عیسائی یا ایک کمیونسٹ کی طرح پیش کرتے ہیں تو آپ کا یہ جواب انتہائی محدود ہوگا۔ بلکہ ایک طرح سے یہ مسئلے کا حل ہوگا ہی نہیں۔ اس مسئلے کا حل آپ اسی وقت تلاش کر سکتے ہیں جب آپ کو کوئی خوف نہ ہو، آپ ایک ہندو یا ایک کمیونسٹ یا ایک سرمایہ دار کی طرح نہ سوچیں بلکہ ایک سراپا انسان کی حیثیت سے اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ آپ اس مسئلے کو اس وقت تک حل نہیں کر سکتے جب تک کہ آپ کے اپنے اندر پوری چیز کو لے کر بغاوت کا جذبہ نہیں ابھرتا۔ اس اور اور کے حصول کے خلاف جس پر پورا معاشرہ منحصر ہے۔ جب آپ میں کوئی لالچ نہیں ہے، پہلے سے طے شدہ کوئی حل نہیں ہے اور آپ صرف اپنے ہی تحفظ سے چپکے ہوئے نہیں ہیں تو ہی اس چیلنج کا جواب دے سکیں گے۔ تبھی آپ ایک نئی دنیا کی تعمیر کر سکیں گے۔

سوالی: انقلاب لانا، سیکھنا اور محبت کرنا، کیا یہ تینوں الگ الگ ردعمل ہیں یا ان کا باہم کوئی تعلق ہے؟

کرشن مورتی: بلاشبہ یہ تینوں الگ الگ ردعمل نہیں ہیں۔ یہ سب ایک ساتھ ہونے والے ردعمل ہیں۔ اس سوال کا مطلب سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔ آپ کا یہ سوال صرف اصولوں کی بنیاد پر ہے، محسوسات کی بنیاد پر نہیں۔ اس لیے یہ صرف لفظی ہے اور دماغی ہے۔ اسی لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ شخص جو حقیقتاً بے خوف ہے اور یہ جاننے کے لیے کہ سیکھنا کیا ہے، محبت کیا ہے بغاوت کر رہا ہے، متصادم ہے تو وہ یہ نہیں پوچھتا کہ یہ تینوں الگ الگ ردعمل ہیں یا ایک ہی۔ ہم بڑی ہوشیاری سے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں اور کسی سوال کی وضاحت سن کر سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے مسئلے کو سلجھا لیا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ سیکھنے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ جب آپ حقیقت میں سیکھ رہے ہوتے ہیں تو پوری زندگی ہی سیکھتے ہیں۔ تب آپ کے سامنے کوئی مخصوص استاد نہیں رہ جاتا۔ تب ہر چیز سے آپ کچھ نہ کچھ سیکھنے لگتے ہیں۔ ایک سوکھی پتی، ایک اڑتا پرندہ، ایک خوشبو، ایک آنسو، کوئی امیر یا غریب یا وہ جو رو رہا ہے، ایک خاتون کی مسکراہٹ، کسی کا غرور، آپ ہر چیز سے سیکھتے ہیں، اس لیے کوئی رہنما نہیں، کوئی فلسفی نہیں، کوئی گرو نہیں۔ ایسے میں آپ کی زندگی ہی آپ کی استاد ہوتی ہے اور آپ مسلسل سیکھتے چلے جاتے ہیں۔

سوالی: یہ سچ ہے کہ معاشرہ ملکیت اور لالچ سے پر خواہشات پر مبنی ہے، لیکن کیا ہم میں ایسا کر کے ہم لالچ سے عاری ہو جائیں گے اور ہم زوال سے محفوظ ہو جائیں گے؟

کرشن مورتی: یہ سوال بے حد اہم ہے۔ اور اس کے لیے آپ کو بہت دھیان دینے کی ضرورت ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ دھیان دینے کے معنی کیا ہیں؟ آئیے ہم اسے معلوم

کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔کلاس میں جب آپ کھڑکی کے باہر دیکھتے ہیں،کسی کے بال کھینچتے ہیں تب آپ کے اساتذہ آپ کو ان کی بات پر دھیان دینے کو کہتے ہیں۔اس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ آپ جس موضوع کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اس میں آپ کی دلچسپی نہیں ہے اس لیے آپ کے اساتذہ آپ کو متوجہ ہونے کے لیے مجبور کرتے ہیں۔لیکن دھیان دینے کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے۔دھیان کی آمد تو خود بخود ہوتی ہیں۔جب آپ کسی موضوع میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں، جب آپ اس کے بارے میں محبت سے کھوج بین کرتے ہیں تاکہ اسے مکمل طور پر سمجھ سکیں،اس وقت آپ کا پورا من، آپ کا مکمل اختیار اسی میں رہتا ہے۔ٹھیک اسی طرح جس لمحے آپ گہرائی سے یہ محسوس کر لیتے ہیں کہ یہ سوال۔۔۔۔اگر ہم میں کوئی لالچ نہ ہو تو کیا ہمارا زوال نہیں ہو جائے گا؟ انتہائی اہمیت کا حامل ہے،اسی لمحے اس سوال کو دلچسپی سے پرکھیں گے اور اس کے سچ کو تلاش کرنے میں لگ جائیں گے۔

کسی لالچ کے طفیل سر ابھارنے والی خواہشات اچھی ہوتی ہیں بری، یہ نہ پوچھتے ہوئے ہم سب سے پہلے یہ معلوم کریں کہ کیا ایسی خواہشات رکھنے والا شخص اپنے آپ کو ہی تباہ نہیں کر رہا ہے؟ آپ اپنے آس پاس دیکھیے اور ان لوگوں کا جائزہ لیجیے جو اس طرح کی لالچ میں مبتلا ہیں۔جب آپ لالچ کی گرفت میں ہوتے ہیں تو کیا واقع ہوتا ہے؟ تب آپ صرف اپنے ہی بارے میں سوچتے ہیں، کیا ایسا نہیں ہے؟ اور ایسا ہے تو آپ ظالم بن جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو ایک طرف ڈھکیل دیتے ہیں کیونکہ آپ کو اپنی لالچ کی تکمیل کرنی ہے۔آپ کو ایک بڑا آدمی جو بننا ہے۔جب آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ معاشرے میں کامیاب اور ناکام انسانوں کے درمیان تصادم پیدا کر دیتے ہیں۔اس طرح آپ میں اور ان لوگوں کے درمیان جو آپ ہی کی طرح خواہشات سے مغلوب ہیں

مسلسل جنگ چلتی رہتی ہے۔کیا اس تصادم سے زندگی میں تخلیقیت برقرار رہ سکتی ہے؟ کیا آپ میری بات سمجھ رہے ہیں یا یہ سمجھنا آپ کے لیے کچھ دشوار ہے؟

کیا یہ لالچ اس وقت آپ اپنے اندر محسوس کرتے ہیں جب آپ محبت سے کسی کام کو صرف اسے انجام دینے کے لیے کرتے ہیں،اس لیے نہیں کہ اس کے ذریعے آپ کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں،اس سے آپ کو کوئی فائدہ پہنچنے والا ہے یا اس کا نتیجہ آپ کے لیے مفید ہوگا۔لیکن اس لیے کہ اس کو کرنے میں آپ کو محبت کا احساس ہو رہا ہے یہ لالچ نہیں ہے۔کیونکہ یہاں کوئی مقابلہ نہیں ہوتا۔اس لیے کہ آپ پہلا مقام حاصل کرنے کے لیے کچھ نہیں کر رہے ہیں۔اس لیے کیا تعلیم کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ آپ کو اس تلاش میں مدد کرے کہ آپ کون سا کام محبت اور مسرت کے ساتھ کرنا پسند کرتے ہیں۔تاکہ آپ شروع سے آخر تک وہی کام کریں جسے آپ بہت اچھا سمجھتے ہوں اور جو آپ کے لیے سنجیدہ معانی سے مملو ہو۔ورنہ آپ زندگی بھر دکھی ہوں گے۔سچ مچ آپ کون سا کام محبت سے کرنا چاہتے ہیں یہ نہ سمجھ کر اگر آپ کوئی کام محض عادتاً کیے جاتے ہیں تو اس کام سے آپ کو صرف اکتاہٹ، الجھن اور موت ہی حاصل ہوگی۔اس لیے آپ کے لیے بچپن سے ہی یہ جان لینا نہایت ضروری ہے کہ آپ کون سا کام سچ مچ محبت اور دلچسپی سے کرنا چاہتے ہیں۔نئے معاشرے کی تعمیر کے لیے یہی اکلوتا راستہ ہے۔

سوالی: دیگر ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی تعلیم سرکار کے اختیار میں ہے۔ ایسی صورت میں کیا ان باتوں کا عمل میں لانا ممکن ہے جن کا ذکر آپ کر رہے ہیں؟

کرشن مورتی: سوال کرنے والے کی منشا یہ ہے کہ کیا سرکاری تعاون کے بغیر اس طرح کی تعلیم گاہیں زندہ رہ سکیں گی۔سوالی کا خیال ہے کہ آج کی دنیا میں ہر چیز زیادہ سے زیادہ سرکار، سیاست دانوں اور افسروں کے اختیار میں ہے۔وہ ہماری دل اور دماغ

کو ایک طے شدہ شکل دینا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم ایک طے شدہ طریقے سے سوچیں۔ خواہ روس ہو یا کوئی دوسرا ملک، آج کل تعلیم کے میدان میں سرکاری کنٹرول کا ہی بول بالا ہے۔ سوال کرنے والا یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ جس طرح کے اسکولوں کی گفتگو میں کر رہا ہوں کیا ایسے اسکول بغیر سرکاری مدد کے چل سکیں گے؟

اب آپ کا کیا کہنا ہے؟ جب آپ سچ مچ یہ محسوس کرتے ہیں کہ فلاں چیز نہایت اہم ہے اور اسے کیا جانا چاہیے تو آپ اپنے دل سے اس کام میں لگ جاتے ہیں، ایسے میں کامیابی تو ملے گی ہی۔ بھلے ہی سرکاری مدد ملے یا نہیں۔ سماج کے ریت رواج کچھ بھی ہوں۔ ہم کسی کام میں پورے دل سے لگتے ہی نہیں ہیں۔ اور اسی لیے اس طرح کے سوال پوچھے جاتے ہیں۔ جب ہم اپنی پوری قوت کے ساتھ ایک نئی دنیا کی تعمیر کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، جب ہم میں سے ہر شخص نفسیاتی اور روحانی انقلاب میں جی رہا ہوتا ہے تب ہم ضرور اپنا دل اور اپنی پوری زندگی اس قسم کی تعلیم گاہوں کی تعمیر میں لگا دیتے ہیں جہاں خوف نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی اور جن پر خوف سے وابستہ تمام نتائج کا سایہ تک نہ پڑ پائے۔

جناب، بہت تھوڑے ہی لوگ حقیقت میں انقلاب کا موجب بنتے ہیں۔ وہ تلاش کرتے ہیں کہ حق کیا ہے اور اس حق کے مطابق اپنے اعمال کو ترتیب دیتے ہیں۔ لیکن حق کی تلاش کے لیے روایات سے آزادی ضروری ہے جس کا مطلب یہ ہے تمام طرح کے خوف سے آزادی۔

آزادی کا مسئلہ

میں آج آپ کے ساتھ آزادی کے مسئلے کے بارے میں گفتگو کرنا چاہوں گا۔ یہ ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے؛ اسے سمجھنے کے لیے سنجیدہ مطالعے کی، گہری سمجھ کی ضرورت ہے۔ آزادی، مذہبی آزادی، اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی آزادی وغیرہ کے بارے میں ہم بہت باتیں سنتے ہیں۔ اس کے بارے میں علما نے ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ہم بڑی سادگی سے، سیدھے اس مسئلے پر گفتگو کر کے اسے صحیح طریقے سے سلجھا سکتے ہیں۔

مجھے نہیں لگتا کہ آپ نے کبھی رک کر مغرب کی جانب غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی دلفریب سرخی کو دیکھا ہو اور دیدار کیا ہو اس وقت کے شرمیلے چاند کو جو درختوں کے درمیان سے جھانک رہا ہو۔ بیشتر اس وقت ندی پرسکون رہتی ہے، ایک دم ساکت اور اس کی سطح پر ہر چیز کا عکس نظر آتا ہے۔ پل، اس پر سے گزرنے والی ٹرینیں، نیا چاند اور تھوڑا اندھیرا ہونے پر تارے بھی۔ یہ سب بہت دلفریب مناظر ہوتے ہیں۔ آپ کسی خوب صورت چیز کو دیکھ سکیں، اس کا دیدار کر سکیں اس کی جانب اپنی پوری توجہ صرف کر سکیں، اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ آپ کا من لازمی طور پر تمام پہلے سے بنائی ہوئی آرا سے آزاد ہو۔ کیا

آپ کو ایسا نہیں لگتا؟ بہت ضروری ہے کہ یہ تمام مسائل، فکر مندیاں، اندازے آپ پر حاوی نہ ہوں۔ آپ کسی چیز کو سچ مچ اسی وقت دیکھ سکتے ہیں، اسی وقت آپ اس کے حسن کے لیے حساس ہو سکتے ہیں جب من ایک دم پرسکون ہو اور امکان ہے کہ اسی میں آزادی کے مسئلے کا حل پوشیدہ ہو۔

آزاد ہونے کا مفہوم کیا ہے؟ کیا آزادی کا مطلب اپنی مرضی کے مطابق کام کرنا، اپنی مرضی کے حساب سے کہیں جانا یا خواہش کے مطابق سوچنا ہے؟ یہ سب تو آپ کسی نہ کسی طرح کر ہی لیتے ہیں۔ صرف دوسرے پر منحصر نہ رہنے سے کیا آپ آزاد ہو جاتے ہیں؟ دنیا میں رہنے والے بے شمار لوگ دوسروں پر منحصر نہیں ہیں لیکن ان میں سے آزاد بہت ہی کم ہیں۔ آزادی کو سمجھنے کے لیے بہت گہرائی میں اترنے کا سلیقہ درکار ہے۔ کیا آپ کو ایسا نہیں لگتا؟ آزاد ہونے کا مطلب ہے ذکاوت کا، سمجھنے کی صلاحیت کا ہونا لیکن یہ ذکاوت صرف خواہش کرنے سے ہی نہیں مل جاتی۔ اس کی آمد تو اس وقت ہوتی ہے جب آپ اپنے پورے ماحول کو، متواتر متاثر کرنے والے اپنے سماجی، مذہبی، والدین اور روایات سے ملی چیزوں کو پورے طور پر سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن ان تمام روایات سے جو آپ کو والدین، سرکار، سماج، تہذیب، عقیدے، دیوتا، اندھی عقیدت اور رسوم سے حاصل ہوتی ہیں، جن میں آپ بندھے ہوئے ہیں اور جنھیں آپ بغیر سوچے سمجھے ڈھوئے جا رہے ہیں، انھیں سمجھنے اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے ایک گہری نظر کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اکثر آپ اندر سے خوف زدہ ہیں اس لیے آپ یہ سب کیے جا رہے ہیں۔ آپ ہمیشہ اس لیے خوف زدہ رہتے ہیں کہ کہیں آپ کا وقار ختم نہ ہو جائے، کہیں پنڈت، پادری آپ کے تعلق سے کچھ کہہ نہ بیٹھے، کہیں

آپ روایات کے خلاف نہ چلے جائیں، کہیں آپ کے ہاتھوں کوئی غلط کام نہ ہو جائے۔ لیکن آزادی تو ایک ایسی نفسیاتی صورت حال ہے جس میں نہ ڈر ہے، نہ زبردستی ہے اور نہ محفوظ رہنے کی کوئی خواہش ہے۔

کیا ہم میں سے بیشتر لوگ تحفظ کے خواہش مند نہیں ہوتے؟ کیا ہم یہ نہیں کہلانا چاہتے کہ ہم کتنے عظیم انسان ہیں، ہم دیکھنے میں کتنے خوب صورت ہیں اور ہماری ذہانت کتنی تیز اور کارآمد ہے؟ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم اپنے نام کے آگے اتنی ڈگریاں نہ لکھتے۔ یہ تمام باتیں ہمیں ایک طرح کی یقین دہانی کراتی ہیں اور 'میں کچھ ہوں' کا، اہم ہونے کا، احساس دلاتی ہیں۔ ہم سبھی مشہور ہونا چاہتے ہیں اور جیسے ہی ہم کچھ بننا چاہتے ہیں ویسے ہی ہم آزاد نہیں رہ جاتے۔

مہربانی کر کے آپ اسے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ کیونکہ آزادی کے مسئلے کو سمجھنے کے لیے یہی ایک مناسب طریقہ ہے۔ چاہے آپ اس سیاست، قوت، عزت و وقار یا حقوق کی دنیا میں ہوں یا اس نام نہاد روحانی دنیا میں جہاں آپ اوصاف کے حامل، نیک اور شریف بننے کی خواہش کرتے ہیں لیکن جیسے ہی آپ کچھ بننے کی کوشش کرتے ہیں آپ آزاد نہیں رہ جاتے۔ لیکن جب بھی ہم ان ساری باتوں کی بے معنویت کو محسوس کرتے ہیں، جس کا دل سادہ ہے اور اسی لیے جو 'کچھ اور بننے' کی خواہش سے متاثر نہیں ہوتا، وہی آزاد ہے۔ اگر آپ اس کی سادگی کو سمجھ لیتے ہیں تو آپ بھی اس کے غیر معمولی حسن اور گہرائی کو دیکھ سکیں گے۔

آخر ان تمام امتحانات کا یہی تو مقصد ہے۔ آپ کو عزت دینا، آپ کو کچھ بنانا۔ ڈگریاں، عزت اور علم آپ کو کچھ بننے کے لیے حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ کیا آپ نے یہ محسوس نہیں کیا ہے کہ آپ کے والدین اور آپ کے اساتذہ آپ کو زندگی

میں کچھ بننے کے لیے کہتے ہیں؟ وہ آپ سے کہتے ہیں کہ آپ اپنے چچا یا دادا کی طرح مشہور بنیں یا آپ کسی جنگ جو، گرو یا سنت کی مثال کی پیروی کریں۔ اس طرح آپ کبھی بھی آزاد نہیں ہو پاتے ہیں۔ آپ چاہے کسی گرو، سنت، استاد یا اپنے کسی رشتہ دار کی مثال سامنے رکھ کر ان کے جیسا بننے کی کوشش کریں یا کسی روایت سے چپکے رہیں، ان سب میں یہ امر پوشیدہ ہے کہ آپ کچھ بن جانا چاہتے ہیں، لیکن آزادی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب آپ سچ مچ اس حقیقت کو، کچھ بننے کی چاہ کو، پہچان لیں، سمجھ لیں۔

اس لیے یہ تعلیم کا کام ہے کہ وہ بچپن سے ہی ہر لمحہ آپ کو آپ ہی بنے رہنے میں تعاون دے، کسی کی تقلید کرنے میں نہیں۔ اور یہ نہایت مشکل ہے، چاہے آپ بدشکل ہوں یا حسین، خواہ آپ حاسد ہوں، آپ جیسے ہیں ویسے ہی رہیں لیکن اس کے ساتھ یہ سب بھی جانیں اور سمجھیں۔ اپنے سادہ شکل میں رہنا، سادہ مزاج میں جینا نہایت مشکل ہے، کیونکہ آپ سوچتے ہیں کہ آپ برے ہیں اور کتنا اچھا ہو اگر آپ خود کو بدل سکیں، لیکن زندگی میں ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف اگر آپ 'جو کچھ ہیں' اسے اگر سچ مچ دیکھتے ہیں، سمجھتے ہیں، تب اس سمجھنے میں ہی آپ میں ایک تبدیلی ہوتی ہے۔ اس لیے آزادی 'آپ جو کچھ ہیں' اس سے مختلف ہونے میں نہیں ہے، مرضی کے مطابق کام کرنا بھی آزادی نہیں ہے، اس میں بھی آزادی نہیں ہے کہ آپ کسی روایت، گرو یا اپنے والدین کی تقلید کریں۔ آزادی کا مطلب ہے اپنی اصلیت کو لمحہ بہ لمحہ سمجھنا۔

دیکھیے، آپ کو اس کے لیے تعلیم ہی نہیں دی جاتی ہے۔ آپ کی تعلیم آپ کو کچھ نہ کچھ بننے کے لیے حوصلہ افزائی کرتی ہے لیکن یہ اپنے آپ کو

سمجھنا نہیں ہے۔ آپ کا یہ 'خود' نہایت پیچیدہ ہے۔ یہ صرف وہی ہستی نہیں ہے جو اسکول جاتی ہے، جو جھگڑتی ہے، کھیل کھیلتی ہے، جو خوف زدہ ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ وہ بہت کچھ پوشیدہ بھی ہے، غیر واضح ہے۔ یہ صرف آپ کے ان خیالات سے ہی نہیں بنا ہے جو آپ سوچا کرتے ہیں لیکن اس میں وہ تمام باتیں موجود ہیں جو آپ کو دوسروں سے، کتابوں سے، اخبارات یا نیتاؤں سے ملتی ہیں۔ آپ یہ سب اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب آپ کچھ اور نہیں بننا چاہتے ہیں، کسی کی نقل نہیں کرتے ہیں، کسی کے مقلد نہیں ہیں، جس کا مطلب ہے آپ اس 'کچھ بننے' کے لیے کوشش کرنے کی روایت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ دراصل یہی وہ حقیقی انقلاب ہے جو ہمیں اس حیرت انگیز آزادی کی جانب لے جاتا ہے۔ تعلیم کا حقیقی کام بھی یہی ہے کہ وہ اس طرح کی آزادی کو پنپنے دے۔

آپ کے والدین، آپ کے اساتذہ اور آپ کی خود کی خواہشات سبھی آپ سے یہی چاہتے ہیں کہ آپ کسی نہ کسی کی طرح بنیں تاکہ آپ خوش رہ سکیں، محفوظ رہ سکیں۔ لیکن ذکی ہونے کے لیے کیا یہ ضروری نہیں کہ آپ ان تمام روایات سے آزاد ہوں جو آپ کو باندھتے ہیں، کچلتے ہیں۔

آپ میں سے ان لوگوں پر ہی ایک نئی دنیا کی تخلیق کی امیدیں قائم ہیں جنھوں نے یہ دیکھنا شروع کیا ہے کہ باطل کیا ہے، غلط کیا ہے اور اس کے خلاف کھڑے ہوئے ہیں، صرف لفظی طور پر نہیں بلکہ حقیقت میں۔ اس لیے آپ کو صحیح طرح کی تعلیم کی تلاش کرنی ہوگی، کیونکہ جب آپ آزادی کے ماحول میں پرورش پائیں گے تو آپ ایک نئی دنیا کی تعمیر کر سکیں گے جس کی بنیاد کسی روایت پر نہیں ہوگی، کسی فلسفے یا مثالیت کی سنک کے مطابق نہیں ہوگی، لیکن یہ آزادی اس وقت تک ممکن

*****

لی: ذکاوت کیا ہے؟

ثن مورتی: ہمیں اس سوال کے اندر

ہوگا اور

پر پہنچنا نہیں

اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں

ں پڑ جاتا ہے۔ بڑے بوڑھو

نہیں رہ سکے۔ اس

ن

اس کی

لگے رہنے کا صبر۔

سوالی: کیا سخت دل انسان حساس بن سکتا ہے؟

کرشن مورتی: آپ سوال کو دھیان سے سنیں، ان الفاظ کے پس پشت پوشیدہ مفہوم کو سمجھیں۔ پوچھا گیا ہے، کیا سخت دل انسان حساس اور نرم دل بن سکتا ہے۔ اگر میں کہتا ہوں کہ میں سخت دل ہوں، پتھر دل ہوں اور میں حساس بننے کی کوشش میں جٹ جاتا ہوں تو حساس بننے کی یہ کوشش ہی بے حسی ہے، سخت دلی ہے۔ مہربانی کرکے اس بات پر غور کریں۔ حیرت میں نہ پڑیں بلکہ اس کا تجزیہ کریں۔ جب کہ اگر میں جان لوں کہ میں سخت دل اور بے حس ہوں، بغیر اپنے آپ کو بدلنے کی خواہش سنجوئے، بغیر حساس بننے کی کوشش کیے، اگر میں یہ سمجھنا شروع کروں کہ سخت دلی کیا ہے، اس اپنے روزمرہ زندگی سے کیا رشتہ ہے۔ میں اس کا تجزیہ کروں، کھانا کھانے کے اپنے ندیدے پن کا، لوگوں کے ساتھ اپنے خشک رویے کا، غرور کا، اپنی عادتوں اور خیالات کے بدے پن کا، تب یہ تجزیہ، یہ دیکھنا ہی، جو ہے، اس میں تبدیلی لے آئے گا۔

ویسے ہی اگر میں احمق ہوں اور کہوں کہ مجھے ذکی ہونا ہی چاہیے تو ذکی بننے کی میری یہ کوشش اور زیادہ احمقانہ ہوگی۔ کیونکہ اہم بات تو یہ ہے کہ آپ اس حماقت کو سمجھیں۔ میں ذکی بننے کے لیے خواہ کتنی ہو کوشش کیوں نہ کروں میری حماقت بنی رہے گی۔ خواہ میں کتابوں سے مثالیں دیتا رہوں، چاہے میں عظیم مصنفین کے اقوال رٹ لوں، لیکن بنیادی طور پر میں احمق ہی رہوں گا۔ لیکن اگر میں اس حماقت کو اپنے روزمرہ کی زندگی میں ظاہر ہوتے ہوے دیکھوں، سمجھوں کہ میں اپنے نوکر کے ساتھ کیسے برتاو کرتا ہوں، میں اپنے پڑوسی، کسی غریب، کسی امیر یا کسی کلرک

کے ساتھ کس طرح پیش آتا ہوں تو میری یہ بیداری ہی مجھے حماقتوں سے نجات دلادے گی۔

آپ آزما کر دیکھیں۔ آپ دیکھیں کہ آپ اپنے نوکر سے کس طرح کا برتاو کرتے ہیں، ایک گورنر کے لیے آپ کا رویہ کتنا عزت کا ہوتا ہے اور اس شخص کے لیے جس کے پاس آپ کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں، آپ کتنی کم عزت رکھتے ہیں۔ تب آپ محسوس کرنے لگیں گے کہ آپ کتنے ناسمجھ ہیں اور اس ناسمجھی کو سمجھ لیتے میں ہی ذکاوت اور احساس موجود ہوتا ہے۔ آپ کو حساس بننا نہیں پڑتا ہے، جو شخص حساس ہونے کے لیے کوشش کر رہا ہے وہ بدتمیز ہے، بے حس ہے، سخت ہے۔

سوالی: بچہ اپنے والدین اور اساتذہ کی مدد کے بغیر یہ کیسے جان سکتا ہے کہ وہ کیا ہے؟

کرشن مورتی: کیا میں نے ایسا کہا ہے کہ بچہ والدین اور اساتذہ کی مدد کے بغیر خود کو جان سکتا ہے؟ یا میری گفتگو کی آپ نے اس طرح سے تشریح کرلی ہے؟ بچہ اپنے آپ کو اسی وقت جان سکے گا جب اس کے آس پاس کا ماحول ایسا کرنے میں اس کی مدد کرے۔ اگر والدین اور اساتذہ سچ مچ بچے سے پیار کرتے ہیں تو وہ اس کے ساتھ کبھی زبردستی نہیں کریں گے۔ وہ اس کے لیے ایک ایسے ماحول کی تعمیر کریں گے جس میں وہ اپنے آپ کو جان سکے، پہچان سکے۔

آپ نے یہ سوال پوچھا تو ہے، لیکن کیا یہ آپ کے لیے کوئی اہم مسئلہ ہے؟ مجھے شک ہے۔ کاش ایسا ہی ہو۔ اگر آپ گہرائی سے ایسا محسوس کرتے ہیں کہ بچہ اپنے آپ کو جانے اور آپ یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ جب تک وہ اقتدار کے ذریعے محکوم ہے تب تک وہ ایسا نہیں کرسکتا، اس وقت کیا آپ خود ایک صحیح

ماحول کی تعمیر کرنے میں مدد نہیں کریں گے؟ اب آپ اگر پوچھیں، 'میں اس کے لیے کیا کروں، آپ بتائیں گے تو میں یہ کرلوں گا'، تب تو یہ پھر وہی پرانی بات ہوگی۔ آپ ایسا کیوں نہیں کہتے، 'ہم اسے ساتھ مل کر سمجھیں، کریں'؟ یہ مسئلہ کہ کس طرح ایسا ماحول تیار کیا جائے جس میں بچہ خود کے بارے میں جان سکے، یہ ہر شخص سے چڑا ہوا مسئلہ ہے۔ والدین سے بھی اور اساتذہ سے بھی۔ اتنا ہوتے ہوئے بھی خود شناسی تھوپی نہیں جاسکتی۔ خود کو سمجھنے کے عمل میں زبردستی کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ ہاں، اگر یہ مسئلہ آپ کے لیے، میرے لیے، ہر ماں باپ اور ہر استاد کے لیے اہمیت کا حامل ہے تو ہم صحیح اسکولوں کی تعمیر کرلیں گے۔

سوالی : بچے اکثر مجھے کہتے ہیں کہ انھوں نے گاوں میں کچھ عجیب و غریب واقعات جیسے بھوت پریت وغیرہ دیکھے ہیں۔ وہ بھوت پریت وغیرہ سے ڈرتے ہیں۔ وہ موت کے بارے میں بھی پوچھتے ہیں۔ ان سب کے بارے میں ہم انھیں کیا جواب دیں؟

کرشن مورتی: ہم موت کے بارے میں آگے چل کر بات کریں گے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ یہ خوف ایک غیر معمولی چیز ہے۔ اس دھیان سے سمجھنا ہوگا۔ بچوں سے اپنے والدین یا معمر لوگوں کے ذریعے بھوتوں کے بارے میں کہا گیا ہے یا آپ شاید بھوت کبھی نہیں دیکھتے۔ کسی شخص نے آپ سے پریت کے بارے میں کہا ہے، آپ اتنے چھوٹے ہیں کہ آپ یہ ساری باتیں نہیں سمجھ سکتے۔ یہ آپ کا خود کا تجربہ نہیں ہے۔ یہ تو بوڑھے لوگوں نے آپ سے جو کہا ہے اسی کی پرچھائیں ہے اور اکثر ان بوڑھے لوگوں کو بھی اس کے بارے میں کوئی جانکاری نہیں ہے۔ انھوں نے اس کے بارے میں کچھ کتابیں پڑھ رکھی ہیں اور یہ مان بیٹھے ہیں کہ انھوں نے یہ ساری

باتیں سمجھ لی ہیں۔ اب ایک الگ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا ایسا کوئی تجربہ ہے جسے ماضی نے متاثر نہ کیا ہو؟ اگر کوئی تجربہ ماضی سے متاثر ہوا ہے تو وہ صرف ماضی کا جاری رہنا ہے۔ وہ کوئی بنیادی تجربہ نہیں ہے۔

اہم موضوع تو یہ ہے کہ آپ جن کا تعلق بچوں سے ہوتا ہے، بچوں کو بھوتوں کے بارے میں اپنے خیالات، اپنے تصورات، اپنی فکر اور تجربوں سے متاثر نہ کریں۔ اسے روکنا بہت مشکل ہے کیونکہ معمر شخص ان غیر ضروری باتوں کے بارے میں جن کا زندگی میں مقام نہیں ہے، باتیں کرتے رہتے ہیں اور دھیرے دھیرے وہ اپنی خود کے تفکرات، خوف اور اندھی عقیدت بچوں کے سامنے ظاہر کرتے ہیں اور بچے بھی فطری طور سے جو کچھ انھوں نے سنا ہے، اسے دہراتے رہتے ہیں۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ بزرگ لوگ جو ان چیزوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے، بچے کے سامنے یہ باتیں نہ کریں؛ اس کے بجائے وہ ایک ایسے ماحول کی تعمیر کرنے میں تعاون دیں جس میں بچے آزادی اور بے خوفی کے ساتھ بڑے ہوسکیں۔